بسمہ

دیوانگی

یعنی

کلیات ظریف لکھنوی

مرتبہ "صفی" لکھنوی

پبلشر نظامی پریس لکھنؤ

دیوانِ نجفی

حصہ اول
غزلیات

حصہ دوم
اشعار متفرقہ

حصہ سوم
منظومات

(یعنی)

کلیات سلطان الظرفا جناب سید مقبول حسین صاحب مرحوم ظریف لکھنوی

(حسب الحکم)

عالیجناب راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ
والی ریاست عالیہ محمود آباد

(مرتبہ)

لسان القوم جناب مولانا سید علی نقی صاحب صفی لکھنوی مدظلہ

باضافہ حواشی

بتحفظ جملہ حقوق

باہتمام بادشاہ مرزا آثمر پرنٹر الواعظ صفدر پریس کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا

پہلا ایڈیشن ایک ہزار جلد

قیمت معہ؍ علاوہ محصول

سنہ ۱۹۴۹ء

انتساب

ظریف مرحوم کا منتشر کلام اُن کی وفات پر مدوّن کر لینے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اس مجموعے کا انتساب کسی ذاتِ جامع الصفات سے کیا جائے جو ادبی ذوق، حسنِ اخلاق و کمالاتِ انسانی سے آراستہ اور محسنِ ادب ہونے کے علاوہ خود ظریف مرحوم کا بھی محسن اور قدرشناس ہو چنانچہ اس دلی آرزو کی تکمیل کے لیے بجز عالی جناب راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بالقابہ والی ریاست عالیہ محمود آباد کی ذاتِ والا صفات کے کوئی اور ہستی نظر نہیں آئی، بالخصوص اس لحاظ سے کہ ظریف مرحوم کا آخری حصۂ دورِ حیات اسی سرکار فیض آثار سے وابستہ رہا اور جس کلی طور پر ممدوح الشان نے بہ نفسِ نفیس فیض و کرم سے تاحیات خود ظریف کی اور اُن کی وفات پر اُن کے وارثۂ [illegible] کی دستگیری فرمائی، اور مرحوم کا کلام مرتب کرانے اور چھپوانے کے مصارف جیبِ خاص سے عطا کیے، اور اس طرح مرحوم کے بقائے نام کی بہترین یادگار قائم کر کے ادب و مرحوم دونوں پر احسانِ گراں بار کرم فرمایا، اس کی ایک نظیر خود یہ مطبوعہ کلیات ہے۔ لہٰذا یہ مجموعہ عالی جناب ممدوح الشان کے نامِ نامی سے معنون کیا جاتا ہے اور غالباً اس تہدیہ مناسب سے روحِ ظریف بھی مسرت اندوز ہو گی جس سے یہ عہدِ مودت کا یہ آخری ہدیۂ عقیدت معہ جملہ حقوق نذر ہے ؎

دیدہ ور راہ حبابے کہ بپایانے رفت

ہر چہ در کیسۂ خود داشت بدریا بسپرد

نیازمند

صفی لکھنوی

سلطان الظرفا مولانا ظریف لکھنؤی مرحوم

نظم نمبر ۸۰ — ۱۵ر جنوری ۱۹۳۷ء — تعداد اشعار ۱۵

تنقید شیعہ ادارات

نوٹ: ۱۹۳۶ء کے اجلاس آل انڈیا کانفرنس میں جو بمقام لکھنؤ آصف الدولہ کے امام باڑے میں بصدارت عالیجناب خان بہادر راجہ محمد امیر احمد خاں والی ریاست محمود آباد منعقد ہوا تھا دو اصلاحی نظمیں ظریف مرحوم نے پڑھی تھیں لکھنؤ کی ماتمی انجمنوں نے بجائے اس کے کہ اپنے عیوب پر مطلع ہو کر انھیں ترک کرتیں اس کا بُرا اثر لیا اور بعض بعض چھوٹی کمیٹیوں نے دس پانچ آدمیوں کا ایک جلسہ کر کے نفرت کا ووٹ بھی پاس کیا۔ لیکن اس طفلانہ روش سے ایک ریفارمر کیا متأثر ہو سکتا ہے چنانچہ اسی کے بعد ظریف نے یہ مبسوط نظم لکھ کر شیعہ اداروں کی خرابیوں پر روشنی ڈالی ہے اور بحیثیت ایک مصلح کے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ (صفی عفی عنہٗ)

قطعہ

بحر ہزج مثمن سالم — ارکان مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

ظرافت میں ہم اپنی قوم کا افسانہ کہتے ہیں — کھری کہتے ہیں جب کہتے ہیں آزادانہ کہتے ہیں
وہی برباد کن شے خانہ جنگی نام ہے جس کا — اُسے شیعہ لغت میں ہمتِ مردانہ کہتے ہیں

بحر رمل مثمن مقصور یا محذوف — ارکان فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن

السلام اے حامیانِ حیدرِ [illegible] ڈبوئے — خاک اُٹھیں دنیا کی قومیں تم نہ چونکے خوب سوئے
داغِ بدنامی تمھارے کس طرح کوئی دھوئے — اس کی کب اصلاح ممکن ہے جو سچ کہنے پہ روئے
خاک پہونچاؤ گے تم دنیا کو پیغامِ حسین
صاف لے سکتے نہیں ماتم میں جب نامِ حسین

پنجتن کے نام پر تھی اِک پُرانی انجمن — جمع ہو کر اُس میں ماتم دارِ سلطانِ زمن
نوحہ خوانی کرتے رہتے تھے بہ اندازِ کہن — یاد تھا اُن کو وہی اپنے بزرگوں کا چلن
معتدل ماتم تھا اتنی تیز رفتاری نہ تھی
اُس کمیٹی میں یہ طرزِ نو عزاداری نہ تھی

تفرقہ پرداز لوگوں سے نہ جب دیکھا گیا — انجمن سازی کی پھیلی لکھنؤ میں اِک وبا
کہیئے اس کثرت سے کیا حاصل جو مقصد ایک تھا — فخر ہے اس پر عزاداری کو ٹکڑے کر دیا
ہو سکا باہم نہ ایسی چیز پر جب اتحاد
واہ کیا کہنا ترا اے قومِ شیعہ زندہ باد

ایک دستہ دوسرے کے جب مقابل ہو گیا — اور دریائے عزا دونوں میں حائل ہو گیا
اک طرف طوفاں اٹھا اک سمت ساحل ہو گیا — یوں ڈھیوڑ اُٹھی نکلنا لفظ مشکل ہو گیا
لہریں آوازوں کی کوسوں دور تک جانے لگیں
حیتو حیتو کی صدائیں کان میں آنے لگیں

ساٹھ ضربیں فی منٹ ماتم کا اب معیار ہے — ایک سو دس جو لگائے وہ بڑا دیندار ہے
ہاتھ پسٹن اور سلنڈر صدرِ ماتم دار ہے — ماتمی صفِ یا عزائے نو کی موٹر کار ہے
سبطِ پیغمبر کا نوحہ بن گیا بچوں کا کھیل
یوں بڑھی رفتارِ ماتم جس طرح طوفان میل

صاحب بستہ بنے ہیں بینڈ کے اب ماسٹر — لے کے اک چھوٹی سی لکڑی ہاتھ میں با کر و فر
حلقۂ ماتم میں ہو جاتے ہیں اکثر جلوہ گر — کچھ اشاراتِ مقرر ہیں اُنھیں پر بیشتر
ٹھا دگن لنگڑی ڈھوڑ پردے کے گردش ہاتھ کو
رکھتے ہیں قابو میں اپنے ماتمی جذبات کو

خشوا تا اک نیا اب تو بنایا ہے امام — کیا عزادارِ حسین ابن علیؑ کو اس سے کام
اُس کا ماتم تم کرو بس دور سے اپنا سلام — ہم پہ ایسے نام کا واجب نہیں ہے احترام

خود کر دیوں منسوخ اسم پاک فرزند رسولؐ
اور پھر اُمید اس کی بھی کہ راضی ہوں بتولؑ

جو نہ ہو عالم یہ علم اس کی سمجھ میں آئے کیا — سوز ناجائز سہی ہم کیا ہماری رائے کیا
جمع ہوں اضداد جب پھر کوئی سمجھائے کیا — پوچھتے ہیں غیر جب کیسے انھیں سمجھائے کیا

جب کہ ماتم میں تھیٹر کی دھنیں ہوں کارساز
اور استقبال سے مل جائے فتوے جواز

یہ اہانت عالمانِ دین کی ہے کس قدر — جاہل اپنے عیب کی اُن کو بناتے ہیں سپر
جھوٹا تو بیٹھی عمامہ سر پہ اُن کے باندھ کر — مفسدہ پرداز کرتے ہیں ہمیشہ شور و شر

دوسروں کو ہم نوا اپنا بنانے کے لیے
اک نیا ہوّا بنایا ہے ڈرانے کے لیے

جاہلوں کی ذہنیت کیوں اس قدر برباد ہو — عالمانِ دین کا معیار کچھ اِرشاد ہو
وہ بھی عالم ہے کسی عالم کی جو اولاد ہو؟ — فقہ پڑھ لے کچھ دنوں چاہے کم استعداد ہو؟

آڑی ٹوپی جس نے دی سر پر وہ عالم بن گیا
باندھا عمامہ تو خود ایمان سالم بن گیا

لکھنؤ تجھ سے بہت جاپان پیچھے ہے ابھی — اس نے گو ہر چیز کی بہتر سے بہتر نقل کی
بن سکا لیکن اک مشین اُس سے مولوی — ماشاء اللہ تو نے کس خوبی سے پوری کی کمی

ڈھال دی ایسی جماعت ایک درجن بھر حسین
اصلی اور نقلی میں جن کے فرق رتی بھر نہیں

تجھ میں مٹی کے کھلونے خوب بنتے ہیں مگر
رفتہ رفتہ اب ترقی کر گیا تو اس قدر

مولوی ایسے بنا دیتا ہے عمامہ بہ سر
دیکھ کر حیران ہو جائے جنھیں عقلِ بشر

جس عبا بر دوش کا کھٹکا دبے پر تول اُٹھے

اِک ذرا اونچے پہ رکھ دیجئے تو منھ سے بول اُٹھے

دیکھ یہ صنعت گری کا مخل کچھ اچھا نہیں
اس نمائش میں ابھی تک ایک بھی بھیجا نہیں

سچ ہے گو مفلس ہے تو انعام کی پروا نہیں
کوئی باہر کا خریدے ہاں یہ وہ سودا نہیں

خود تری بستی میں ہو جاتی ہے جب کافی کھپت

لے کے اِک اسٹال کھائے صرف کی کیوں تو چپت

چھوڑیے نقلی کو اصلی بھی اگر ہوں مولوی
لازمی ہوتی ہے اُن میں باہمی گرگ آشتی

اتفاقاً آ گیا باہر سے جب اِن میں کوئی
کچھ نہ پوچھو پھر کہ پڑ جاتی ہے کیسی کھلبلی

ڈرتے ہیں اُس کے رگڑنے سے ملمع اُڑ نہ جائے

خوف ہے تقلید کی رَو اُس طرف کو مڑ نہ جائے

پیر دوں سے حکم ہوتا ہے اجی بابی ہے یہ
ہے یہ جاسوس حکومت اور وہابی ہے یہ

یہ چلا جائے کسی صورت سے بیتابی ہے یہ
نابوں کی عہدِ انگریزی میں نوابی ہے یہ

سامنے تو چاپلوسی پیٹھ پیچھے زہر خند

حلقۂ تقلید میں پھیلی ہوئی پوری کمند

ممبری کا ہو الکشن سے کہیں گر انتخاب
جلوہ فرما خیر سے اُس میں بھی ہوتے ہیں جناب

قابلیت پوچھو ممبر کی تو اس کا یہ جواب
مردِ مومن ہیں فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک خادم کو شریعت کے بھلا کیا اس سے کام

ہر جٹے ہیں پیر ہے لکھوائے ہر دفتر میں نام

واقعی جو عالمِ جیّد ہیں ان کا مرتبہ ۔ اس سے بالاتر ہے تصنیفات اُن کا مشغلہ
اتقا و زہد تک محدود ان کا ولولہ ۔ نشرِ احکامِ شریعت اُن کا زاد و راحلہ

کامل الاخلاق اور بذل و سخاوت میں فرید
وہ نہیں ہیں "پائے مارد نانِ مُلّا کس ندید"

مشرقی کالج کی چل کر کیجیے کچھ دیر سیر ۔ چل رہا ہے کتنی تیزی سے یہ پیروں کے بغیر
جائیں کالج یا رہیں شاگرد گھر ہی میں بخیر ۔ پاس ہو جائیں گے سب تحصیل سے ہو جن کو بیر

علم میں جھینگر سے بڑھ کر کامراں کوئی نہیں
چاٹ جاتا ہے کتابیں امتحاں کوئی نہیں

علم کی تحصیل کے شاگرد ہی ہیں ذمہ دار ۔ ہیں معلم اس ادارے کے فقط تنخواہ خوار
قوم کو اُن کی لیاقت پر ہے پورا اعتبار ۔ یہ ملازم کب ہیں اِن کو خود ہے پورا اختیار

درس دیں جا کے نہ دیں کالج میں آئیں یا نہ آئیں
یا الٰہی یہ صدا پوتوں پھلیں دودھوں نہائیں

آئیے اب چل کے دیکھیں واعظوں کا مدرسہ ۔ اک رئیسِ قوم دور اندیش بانی جس کا تھا
مستند عالم کی مرضی پر ابھی تک یہ چلا ۔ جائزہ تو لیجیے کتنی ترقی کر گیا

جو مبلغ اس سے نکلے آج تک اسلام کے
دیکھیے وہ کام کے بھی ہیں کہ خالی نام کے

سیر کرنا دعوتیں جا جا کے کھانا اور ہے ۔ صرف چندے جمع کرنا اور اڑانا اور ہے
دوسروں کو راستے پر اپنے لانا اور ہے ۔ محض قرآں اور حدیثوں کا سنانا اور ہے

کے زبانیں جانتے ہیں واعظانِ نکتہ رس
یا فقط اپنی زباں اللہ بس باقی ہوس

صرف آخر اس کا کیوں تہا ہے آمد سے سوا ۔ کیا سبب کیا کوئی چندہ لیکے اس کا کھا گیا؟
کون امین ایسا تھا دیکھیں ہم میں متاق لقا یاں محصّل اور مبلغ ایک ہی ہوتا ہے کیا؟

جس قدر چندے سے آئے ہاتھ اُس کے مالِ زر
وہ رقم سب ہے مبلغ کا فقط زادِ سفر

گر محاسب کوئی جائے جانچنے اُس کا حساب سب مبلغ اور ملازم اُس پہ فرمائیں عتاب
قاعدے قانون کی ہو اس جگہ مٹی خراب ٹھیک ہے جو کچھ کہ خود ارشاد فرمادیں جناب

ہے بجا وہ صرف سب جس کی سند کوئی نہ ہو
اختیارات اُن کے اتنے جن کی حد کوئی نہ ہو

گرچہ مالِ وقف کا مصرف یونہیں محمود ہے اُس کی پھر اصلاح کرنا لغو ہے بے سود ہے
جس کا جی چاہے وہ حلوا چکھے جو بے دود ہے نام لے اصلاح کا تو وہ شقی مردود ہے

منصرم کرتا پھرے لاہور میں لوگوں سے جنگ
"خانہ ملاح در چین است و کشتی در فرنگ"

اس ادارے کا ہے پالی ٹکس شرعی بے پناہ اختلافی مسئلہ تھا عقدِ قاسم کا جواز
رکھ دی ایسی شرط جس سے بند ہوا وروں کی راہ تولیت مخصوص حلقے میں رہے بے اشتباہ

تولیت میں وقف کی ہو ایک عالم کی بھی شرط
رسم مہندی کا جواز اور عقدِ قاسم کی بھی شرط

گھر کی ہے جب فیکٹری تو کیوں نہ ہوں پھر بے نیاز اور بیرونی مگر ہم مجتہد ہیں خانہ ساز
کس لیے جائیں عراق اور کیوں کریں سیرِ حجاز اب مقلّد تک ہمارے پیچھے پڑھتے ہیں نماز

تولیّت کے مستحق عالم کے نور العین بھی
کیا کسر جب ہم رضی اللہ فی الدارین بھی

اس ادارے پر بھی کیجے منصفانہ اک نظر ۔ عالموں ہی کے رہا جو عمر بھر زیرِ اثر
دخل دنیاداروں کا اس میں نہ تھا اک بال بھر شیعہ بیت المال نے کر لی ترقی کس قدر
اس میں دولت بڑھ رہی ہے کتنی طغیانی کے ساتھ
ہند بھر کا مال آجاتا ہے آسانی کے ساتھ

ہیں وظیفہ خوار بیوائیں ہزاروں اور یتیم قوم بھر پر اس کے بانی کا ہی احسانِ عظیم
دنگ ہیں اس کی ترقی دیکھ کے قومی فہیم کہتے ہیں بے ساختہ ہٰذا صراطٌ مستقیم
تقویت کو قوم کی محفوظ گنجینہ ہے وہ
دیکھتی ہے منہ ترقی خود کہ آئینہ ہے وہ

جا کے ٹھاکر گنج تک یہ پاک مورت دیکھیے اس کا دفتر اور عمارت خوبصورت دیکھیے
صاف ہے ہر چیز ہو کر بے کدورت دیکھیے تاجرانہ شعبہ اس کا بے ضرورت دیکھیے
ہے کھپت دنیا سے عقبیٰ تک جو اس کے مال کی
آج تک جنت میں ہے دوکان آٹے دال کی

مجلسِ شوریٰ میں رہتے گر یہ روحانی طبیب لکھنؤ بھر کے اقلّا ایک دو جن کے قریب
اور دنیادار سب بے دخل ہو جاتے غریب دیکھتے اس کی ترقی شیعیانِ خوش نصیب
شرق سے تا غرب ہوتی آج شہرت آپ کی
بے رضا ایران پر ہوتی حکومت آپ کی

گر مسلط خالصی اک انسان ہو جاتا نہ یوں خطۂ ایران کفرستان ہو جاتا نہ یوں
بڑھتی آبادی کبھی ویران ہو جاتا نہ یوں اسلحہ اور فوج سے میدان ہو جاتا نہ یوں
شامت آئی تھی جو نکلا عالموں کے ہاتھ سے
رشکِ پیرس بن گیا اب ظالموں کے ہاتھ سے

ہائے ایراں وہ تری لمبی قبائیں کیا ہوئیں — عہدِ دقیانوس کی کہنہ ردائیں کیا ہوئیں
مانگنا خیرات دینا بد دعائیں کیا ہوئیں — وہ مرغّن اور فسنجانی غذائیں کیا ہوئیں

باعثِ بربادی و وجہِ تباہی بن گیا
مولویّت چھوڑ کر فوجی سپاہی بن گیا

مشغلہ تیرا بجز محراب اور منبر نہ تھا — ہاتھی دستے تھے تجھ میں فوج اور لشکر نہ تھا
بُردبار اونٹوں کی کثرت تھی کوئی موٹر نہ تھا — وعظ کا چرچا تھا پالی ٹیکس پر لکچر نہ تھا

خانہ جنگی میں پھنسا تو ہو گیا کچھ کشت و خوں
کثرتِ بافور سے ورنہ فضا تھی پر سکوں

ہوٹ زر زپلن کی پہلے تو تجھے حاجت نہ تھی — چاند ماری اور قواعد کی کہیں شدّت نہ تھی
عیش و عشرت سے بسر ہوتی تھی یوں محنت نہ تھی — کارخانوں اور مشینوں کی کبھی کثرت نہ تھی

تار برقی اور ٹیلی فون سب بیکار تھے
نامہ بر تیرے یہاں اکثر شتر اسوار تھے

یاد آیا ہے وہ مُلّایانِ مکتب بے شمار — اور وہ شاگردانِ فرعونی قطار اندر قطار
قولِ مُلّا "مسجد والی قبلہ آم اے نابکار" — اور لتّے کی بات شاگردوں کا کہنا بار بار

"واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بہ خلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند"

اس طرح قعرِ مذلّت سے نکلتا ہی کوئی — یوں ترقی کی طرف تیزی سے چلتا ہی کوئی
دیکھ تجھ پر دور ہی سے ہاتھ ملتا ہے کوئی — حرکتیں یہ دیکھتا ہے اور جلتا ہے کوئی

دست بوسی کرنے والے کس طرف سر ہو گئے
ایک دم نظروں سے غائب حوض اور کُر ہو گئے

ٹھنڈے دل سے پی گیا سقراط پیالہ زہر کا ۔ حضرتِ عیسیٰؑ نے سچ کہنے کی کیا پائی سزا؟
شاہدِ عادل ہیں اس کے واقعاتِ کربلا ۔ تھی خطا اتنی کہ سچّا تھا غریبِ نینوا؟

سچ کی تلخی قوم کو اس وقت بھی تھی ناگوار
قتل کر ڈالا گیا فرزندِ شاہِ ذوالفقار

کوفیوں کے پاس دو اخبار بھی ہوتے اگر ۔ قتل کا الزام رکھ دیتے شہیدوں ہی کے سر
کوفی و شامی اڈیٹروں پے تحصیلِ زر ۔ سُرخیاں لکھتے کہ چھپتا خونِ ناحق کا اثر

حال ہی کی طرح ہوتے باثر ماضی کے ووٹ
پاس ہوتے مصلحِ اعظم پہ ناراضی کے ووٹ

بعض اخباری ڈکیتوں سے خدا سب کو بچائے ۔ روٹیاں چلتی نہیں جن موذیوں کی بے لڑائے
بھیڑیے کی خاصیت کمزور کو جو پھاڑ کھائے ۔ دیکھا طاقت ور تو ہٹ جاتے ہیں پیچھے دُم دبائے

قوم کے گرگٹ ہیں ان کے رنگ کا کیا اعتبار
ہوشیار اِن کاغذی بازی گروں سے ہوشیار

مشغلہ دلچسپ اِن کا برہمیِ اتحاد ۔ کاغذی تلوار لے کر قوم سے کرنا جہاد
تجری پرچے کی بڑھ جائے جو برپا ہو فساد ۔ وہ مقلد ہیں کہ جن سے کانپتا ہے اجتہاد

اصل تو یہ ہے اصولی ہیں نہ اخباری ہیں یہ
قومِ شیعہ کے لیئے ہیضے کی بیماری ہیں یہ

مفسدہ پردازیوں کی ہو کہاں تک روک تھام ۔ گالیوں کا اور تبرّے کا اچھوتا اہتمام
رکھ دیا بے غیرتوں نے مجلسِ شوریٰ کے نام ۔ اور یہ کینہ پروروں کے دل میں جوشِ انتقام

ایسے قومی دشمنوں پر کیا کوئی لعنت کرے
سچ تو یہ ہے بس کہ تبوتوں پر خدا لعنت کرے

خمتم کر بس ختم کرلے دل یہ قومی داستاں
بے خبر ہیں سُننے والے شیعۂ ہندوستاں

جس قدر چاہے جھنجھوڑ دان میں بیداری کہاں
مبتلائے موت ہیں کہنے کو ہے خواب گراں

شرم آتی ہے ہمیں کہتے ہوئے اب جعفری
قبرِ جعفر کھُد گئی ہم لوگ زندہ ہیں ابھی

اس نظم کے متعلق نوٹ آخر میں درج ہے ملاحظہ ہو

نظم نمبر ۱۸۱   ۳۷ ۱۹ء   تعداد اشعار ۳۶

دہلی امامیہ ہال

بحر رمل مثمن مخبون مقصور یا محذوف   ارکان فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلات یا فعلن

کوثر آشاموں کا مجمع ہے نئی دہلی میں
کہ سُنے انجمن اثنا عشری کی روداد

ہے یہ تجویز بنے ایک امامیہ ہال
تا ضرورت پہ وہاں جمع ہوں قومی افراد

دے عزا خانے کا بھی کام یہ دارالشوریٰ
لوگ تا واقعہ کرب و بلا رکھیں یاد

ایک مسجد بھی ہو تعمیر بقدر وسعت
راج دھانی میں کریں گھر کو خدا کے آباد

میں نہ واعظ ہوں نہ ناصح فقط اس قوم کی فرد
دل جلا شیعہ ہوں سُن لیجیے میری فریاد

قوم پستی میں ہے اور حوصلے اُس کے ہیں بلند
پاس پیسہ نہیں تجویز مگر بے تعداد

طلب الکل کا نتیجہ ہے فقط فوت الکل
یہ سبق ہائے مگر قوم کو رہتا نہیں یاد

کام کیا لے گی بھلا متحدہ قوت سے
قوم وہ جس میں کہ آپس ہی میں ہو بغض و عناد

دیکھیے منفرداً ایک کا اک شاکی ہے
قومیت شیخوں میں باقی ہے فقط نام نہاد

اس کے ہر جزو کو دعویٰ ہے کہ میں ہوں اک قوم
میری تجویز پہ لازم ہے کہ سب کر دیں صاد

قوم کے پاس نہیں جب کوئی تنظیمی فنڈ
کہیے پھر کون سُنے روز نرالی فریاد

اغنیا کتنے ہیں اور قوم کی حاجت کیا کیا
کچھ تناسب بھی ہے ان دونوں میں کیجے ارشاد

کتنے ہیں اس قسم کے افراد جو امداد کریں
انگلیوں پر ابھی گن لیجیے اُن کے اعداد

بعض ان میں بھی ہیں اس قسم کے اہلِ ثروت
جن کو دولت کی بدولت نہیں اللہ بھی یاد

روزہ فاقہ ہے نماز اُن کو اُٹھا بیٹھی ہے
سب سے پہلے وہی بھاگیں جو ملے حکمِ جہاد

ریس کے گھوڑوں کی فہرست تو ازبر ہو اُنھیں
کتنے ہیں قرآن میں پارے یہ نہیں مطلق یاد

ماں کی آغوش سے اسکول نے جب گود لیا
ہسٹری جاگرفی پڑھ کے بڑھی استعداد

جب کہ انگلش کی گرامر پہ ہوا اُن کو عبور
کھو گئے ایسے کہ اُردو نہ رہی مُطلق یاد
فخریہ بیٹھ کے آپس میں کریں گے گٹ پٹ
جیسے فی الاصل یہ انگریز ہیں اک مادر زاد

مشرقی نسل سے خود اور زباں مغرب کی
کیسے سمجھیں گے وہ کیا معنی لفظِ فریاد
کیا غرض اُن کو عزا خانے سے اور مسجد سے
سینما کھولیئے دل کھول کے دیں گے امداد

غور تو کیجئے جب آمدنی ہو محدُود
اور فیشن کے مصارف ہوں اندھا دُھند زیاد
قومی کاموں میں بھلا لیں گے وہ کیوں دل چسپی
اپنے ہم جنسوں سے رکھتے ہوں جو نفرت کا مواد

اب رہے چند نفر قوم کے سچے ہمدرد
کھینچ لائی ہے جنھیں آپ کی قومی فریاد
ان میں موجود ہے اس قوم کی وہ بھی اک فرد
محترم صدر نشیں والیِ محمود آباد

ایک ہمدردِ بنی نوع، مکمل اِنسان
قابلِ غور ہے فرماتے ہیں جو کچھ ارشاد
انفرادی کسی قوت پہ بھروسہ نہ کرو
جب کہ درکار ہو تم کو کوئی قومی امداد

تاکہ اسلام مساوات کا پابند رہے
غیر اقوام کی تقلید سے ہو کر آزاد

نام بے کار ہے کچھ کام کرو کام کرو
وقت کی قدر کرو اُس کو نہ کرنا برباد

اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کی عادت ڈالو
رفتہ رفتہ نہ اپاہج ہو ہماری اولاد

یا علی کہہ کے اگر ہاتھ لگا دیں سب لوگ
نصب ہو جائے عزا خانے کا سنگِ بنیاد

"وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے"
یاد رکھنے ہی کے قابل ہے یہ قولِ اُستاد

محض اس واسطے بدلی گئی یہ رسمِ کہن
نظر انداز نہ ہوں شیعوں کے مفلس افراد

صدقِ نیت ہو ہر اک کام میں معصوم کی طرح
اور آپس کا بھلا دیجیے اب بغض و عناد

ہو حمیت تو مری قوم مکمل کر دے
طفلِ ناداں یہاں رکھے گا سنگِ بُنیاد

اپنی جیبوں کی طرف اب متوجہ ہو جیئے
معذرت خواہ ہے دیوانہ ظریفِ ناشاد

نوٹ نئی دہلی کے اُس حلقے میں جہاں مختلف قوموں کو اپنی اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر کے لیے

دہلی امپروومنٹ ٹرسٹ سے آراضیاں لی ہیں وہاں شیعوں نے بھی امام باڑے اور مسجد کی ضرورت کے لیے ایک اچھا خاصہ زمین کا ٹکڑا حاصل کیا ہے۔ اس آراضی پر عمارت جو تعمیر ہو رہی ہے اس کا نام امامیہ ہال رکھا گیا ہے۔ عالیجناب راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب والی ریاست محمود آباد کے ہمراہ ظریف مرحوم بھی دہلی میں تھے جب اس عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا گیا اور اسی موقع کے لیے یہ نظم کہی گئی تھی۔ (صفی عفی عنہ)